امریکہ اور ایران کے درمیان جنگ بندی اور مذاکرات

تحریر: استاد اسد منصور

(ترجمہ)

جب ہم ایران کے خلاف امریکہ کی جارحیت اور اس کے عہدیداروں بالخصوص ٹرمپ کے بیانات کو دیکھتے ہیں، چاہے وہ جارحیت روکنے، اسے دوبارہ شروع کرنے کی دھمکی دینے یا جنگ بندی کے اعلان کے حوالے سے ہوں، تو اس سب کو جارحیت کے پیچھے چھپے اس کے مقصد کو پہچاننے کے تناظر میں سمجھنا ضروری ہے۔ تمام اقدامات اسی مقصد کے حصول کے لیے کیے جاتے ہیں۔ ایران کے لیے، یہ مقصد اسے امریکہ کے زیر اثر رہنے والی ریاست (جو آزادی کی کوشش کر رہی ہے) سے بدل کر ایک ایسی تابع ریاست بنانا ہے جس پر امریکہ اپنی شرائط مسلط کرے اور اپنی خواہشات کو عملی جامہ پہنائے۔ جہاں تک پورے خطے کا تعلق ہے، تو مقصد اس کے اسٹریٹیجک محل وقوع کی وجہ سے اس پر اپنا کنٹرول مضبوط کرنا، استعماری مقاصد کے تحت اس کے وسائل لوٹنا، اس کے دوبارہ عروج اور آزادی (تحریر) کو روکنا، اور اس کی خلافت کے قیام کو ناکام بنانا ہے، کیونکہ خلافت ایک ایسا عالمگیر نظریہ رکھتی ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کو چیلنج کرتا ہے۔ اس کا مقصد یہودی وجود کو مضبوط کرنا بھی ہے تاکہ اسے ان مقاصد کے حصول کے لیے ایک ناپاک آلے کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔

جب امریکہ ایران کے خلاف 40 روزہ جنگ کے دوران اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہا، تو اس نے پاکستانی منصوبے کی آڑ میں دو ہفتوں کی جنگ بندی کی درخواست کی، جس کے بدلے میں ایران آبنائے ہرمز کو کھولے گا۔ اس طرح، اس نے اپنا مقصد صرف اس آبنائے کو کھولنے تک محدود کر دیا، جو اس کی ایران کے خلاف جارحیت سے پہلے ہی کھلا ہوا تھا! امریکہ نے اس وقت جنگ بندی کا سہارا لیا جب ایران نے اس کے 15 نکاتی منصوبے کو مسترد کر دیا، جو 24 مارچ 2016 کو پاکستان ہی کے ذریعے پیش کیا گیا تھا۔ ایران نے فائرنگ کے سائے تلے مذاکرات کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس منصوبے میں اس کے ایٹمی پروگرام کا مکمل خاتمہ، نطنز، فردو اور اصفہان کے ایٹمی ری ایکٹرز کی بندش، اپنے 60 فیصد افزودہ یورینیم کے ذخیرے کو ایٹمی توانائی کی عالمی ایجنسی (IAEA) کے حوالے کرنا، بیرون ملک سے پرامن مقاصد کے لیے یورینیم کی درآمد، ایرانی سرزمین پر یورینیم کی افزودگی پر پابندی، اس کے ایٹمی پروگرام اور سپلائی کے ذرائع کا آئی اے ای اے (IAEA) کے ذریعے سخت معائنہ، اس کے بیلسٹک میزائل اور ڈرون پروگراموں کی روک تھام، لبنان میں حزب اللہ جیسے علاقائی گماشتوں کی حمایت کا خاتمہ، آبنائے ہرمز کو آزاد بحری گزرگاہ کے طور پر برقرار رکھنا، اور یہودی وجود کے بقا کے حق کو تسلیم کرنا شامل تھا۔ ان تمام شرائط اور فائرنگ کے سائے تلے مذاکرات کو ایران کے لیے توہین آمیز سمجھا گیا۔

اس کے نتیجے میں جنگ بندی ہوئی اور مطالبات میں نرمی آئی۔ تاہم، یہ مطالبات مذاکرات کا مرکز رہیں گے، جو کہ مطالبات کی بلند ترین سطح کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس کے بعد امریکہ ان میں سے تمام یا زیادہ تر کو حاصل کرنے کے امکان کا جائزہ لے گا۔ اگر وہ ان مطالبات کو مسلط کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، تو ایران طاقت کے ان عناصر سے محروم ہو جائے گا جو اسے ایک علاقائی طاقت بنائے ہوئے ہیں، اور وہ اپنی آزادی کا موقع کھو دے گا، یوں وہ ایک تابع ریاست بن جائے گا۔

جب جنگ بندی کا اعلان ہوا، تو دونوں فریقین کے درمیان 11 اپریل 2026 کو پاکستان میں مذاکرات شروع ہوئے۔ یہ ایران کے لیے ایک کامیابی ہے، کیونکہ اس نے حملوں کے سائے تلے مذاکرات کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جنگ بندی کا مقصد مذاکرات کا انعقاد ہے، نہ کہ مستقل طور پر جارحیت کا خاتمہ۔

جب امریکہ مذاکرات کے لیے امریکی نائب صدر کی سربراہی میں ایک اعلیٰ سطح کا وفد بھیجتا ہے، تو یہ معاملے کی سنگینی اور اس کے اس عزم کو ظاہر کرتا ہے کہ اگر اس کی شرائط، یا ان میں سے اہم ترین شرائط پوری نہ ہوئیں، تو وہ جارحیت دوبارہ شروع کر دے گا۔ پھر امریکی نائب صدر مذاکرات کے دوران ایرانی وفد کو براہِ راست دھمکیاں دیتے ہیں، وہ امریکہ میں دوسرے بڑے فیصلہ ساز کے طور پر کام کرتے ہیں اور صدر کی نمائندگی کرتے ہیں، گویا خود صدر ہی مذاکرات کر رہے ہوں۔ امریکی انتظامیہ کے اندر اس بات پر اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے کہ اگر مذاکرات ناکام ہوئے تو جارحیت جاری رکھی جائے گی، اور امریکی نائب صدر نے ہمیشہ جنگ کے مقابلے میں مذاکرات کو ترجیح دی ہے۔ یہ اس

بات کی طرف اشارہ ہے کہ مذاکرات کی کوئی بھی ناکامی امریکہ کو دوبارہ جارحیت کی طرف لے جائے گی۔اس کے صدر،ٹرمپ نے 10 اپریل 2026 کو دھمکی دیتے ہوئے کہا، "ہم دوبارہ سے آغاز (ری سیٹ) کر رہے ہیں۔ ہم بحری جہازوں کو بہترین گولہ بارود اور اب تک کے بنائے گئے بہترین ہتھیاروں سے لاد رہے ہیں... اور اگر ہمارا کوئی معاہدہ نہ ہوا، تو ہم انہیں استعمال کریں گے، اور ہم انہیں بہت مؤثر طریقے سے استعمال کریں گے"۔

جنگ بندی (truce) کی حالت، جنگ کی حالت کے خاتمے اور مستقل امن معاہدے پر دستخط کرنے سے مختلف ہوتی ہے۔ جنگ بندی کسی بھی لمحے ٹوٹ سکتی ہے، خواہ وہ کسی ایک فریق کی جانب سے خلاف ورزی کی وجہ سے ہو یا دونوں کی طرف سے۔

ایران کی شرائط، جیسا کہ درج ہیں، تعداد میں دس ہیں: ایران کے ساتھ جارحیت نہ کرنے کی امریکی ضمانت، آبنائے ہرمز پر ایران کا مسلسل کنٹرول، یورینیم کی افزودگی کی قبولیت، بنیادی پابندیوں کا خاتمہ، ثانوی پابندیوں کا خاتمہ، اس کے خلاف اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں کا خاتمہ، بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے بورڈ آف گورنرز کی جانب سے ایران کے خلاف تمام قراردادوں کا خاتمہ، جنگی نقصانات کے لیے ایران کو معاوضے کی ادائیگی، خطے کے تمام اڈوں اور مقامات سے امریکی جنگی افواج کا انخلاء، اور لبنان سمیت تمام محاذوں پر دشمنی کا خاتمہ۔

تاہم، ایران نے واضح طور پر یہ نہیں کہا کہ وہ امریکہ کی شرائط کو مسترد کرتا ہے۔ اس کے بجائے، اس نے امریکی شرائط کا ذکر کیے بغیر اپنی شرائط پیش کیں، جیسے وہ انہیں امریکی شرائط کے پہلو بہ پہلو رکھ رہا ہو، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس کی اپنی شرائط مان لی جائیں تو وہ ان میں سے کچھ یا تمام کو قبول کرنے، یا انہیں ترمیم شدہ شکل میں تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے۔

دونوں فریقین کے درمیان براہِ راست مذاکرات کے دو دور منعقد ہوئے، جن کی میزبانی پاکستان نے کی۔ ایرانی میڈیا نے بات چیت میں پیش رفت کا اعلان کیا، اور بتایا کہ امریکہ نے ایران کے منجمد فنڈز واگزار کرنے اور بیروت کے جنوبی مضافات میں یہودی وجود کے حملوں کو روکنے پر اتفاق کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دریائے لیطانی کا جنوبی علاقہ جنگ بندی سے خارج تھا، کیونکہ یہودی وجود وہاں ایک بفر زون (حائل علاقہ) قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس زون کے بارے میں تب مذاکرات ہوں گے جب لبنانی وفد 14 اپریل 2026 کو واشنگٹن میں امریکی سرپرستی میں یہودی وجود کے وفد سے ملے گا۔

اس کے بعد، 12 اپریل 2026 کی صبح مذاکرات کا تیسرا دور ہوا۔ امریکی نائب صدر وینس نے اعلان کیا کہ مذاکرات کسی امن معاہدے کے بغیر ختم ہو گئے کیونکہ ایرانیوں نے جوہری ہتھیار تیار نہ کرنے سے متعلق امریکی شرائط کو مسترد کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا، ''سادہ سی حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ایک حتمی عزم دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ جوہری ہتھیار حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے، اور وہ ان آلات کی تلاش نہیں کریں گے جو انہیں تیزی سے جوہری ہتھیار بنانے کے قابل بنا دیں'' اور انہوں نے اس ناکامی کو ''امریکہ کے مقابلے میں ایران کے لیے کہیں زیادہ بری خبر'' قرار دیا۔

اسی دوران، 12 اپریل 2026 کو ایرانی وزارت خارجہ کے ترجمان اسماعیل بقائی نے ایکس (ٹویٹر) پر پوسٹ کیا۔ انہوں نے لکھا: ''اس سفارتی عمل کی کامیابی کا انحصار مخالف فریق کی سنجیدگی اور نیک نیتی، حد سے زیادہ مطالبات اور غیر قانونی درخواستوں سے گریز، اور ایران کے جائز حقوق اور مفادات کی قبولیت پر ہے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ اپنے ان 15 مطالبات پر مذاکرات کر رہا تھا جنہیں ایران مبالغہ آمیز سمجھتا ہے، اور یہ کہ کسی بھی لمحے امریکی جارحیت کا دوبارہ آغاز ممکن ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ امریکہ ایران کو ایک تابع ریاست بنانے کے اپنے مقصد کو حاصل کرنے پر بضد ہے۔ امریکہ کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار ایرانیوں کے اپنے موقف پر استقامت اور لڑنے کے لیے ان کی آمادگی پر ہے۔

مجموعی صورتحال پر نظر ڈالیں تو واضح ہوتا ہے کہ خطے میں امریکہ کی موجودگی کو قبول کیا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے اس کے ساتھ مذاکرات ہو رہے ہیں، اور فلسطین پر قابض یہودی وجود کی موجودگی کو بھی تسلیم کیا جا رہا ہے، جس سے اس کے ساتھ بھی بات چیت کی راہ ہموار ہو رہی ہے۔ تاہم، بنیادی اصول امریکہ کے ساتھ مذاکرات کرنا نہیں، بلکہ اسے خطے سے نکالنے اور بحر اوقیانوس کے پار واپس دھکیلنے کے لیے اس کے خلاف جنگ جاری رکھنا ہے، اور یہودی وجود کے خلاف اس کے مٹنے تک لڑائی جاری رکھنا ہے۔ اس

کے لیے ایک ایسی ریاست کا قیام ضروری ہے جو ایک ایسے نظریے پر مبنی ہو جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلمے کی سربلندی کے لیے جہاد کرے، یعنی نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ۔